

بُونٹ  
اے





# ہندوستانی جمہوریت میں مساوات (Equality in Indian Democracy)

## استاد کے لیے نوٹ

نابرابری کے مسئلہ سے مختصر تعارف کرایا گیا ہے اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ ایک عالمی مسئلہ ہے جو بہت سے جمہوری ممالک کی خصوصیت بن گیا ہے۔

اس اکائی کا دوسرا باب اس کتاب کا دسوال سبق ہے۔ پوری کتاب میں اٹھائے گئے مساوات کے اہم تصورات کو بیکھرا کرتا ہے۔ آخری باب کا اہم حصہ برابری کی جدوجہد میں عوام کے تعاون پر بحث کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ سماجی تحریکوں پر روشنی ڈالتے ہوئے اور تجھیقی طریقوں (تحریر، گانے، نظموں) کے ذریعے اس مقصد کو حاصل کیا گیا ہے۔ جس سے عوام اپنے مساوات کے مطالبہ کو پیش کرتے ہیں۔

دونوں ابواب کا مقصد یہ ہے کہ طلباء سمجھ سکیں کہ مساوات اور جمہوریت متحرك تصورات ہیں نہ کہ جامد تصورات۔ سرکار کے ذریعے نئے قوانین اور پروگرام بنانے اور مختلف معماشی اور سماجی مسائل پر عوامی تحریکوں کے ذریعے اس متحرك تصور کی عکاسی ہوتی ہے۔

کانتا، اوم پر کاش، انصاری اور تو امتیا سنگھ سب کی اپنی مقامی مساوی حیثیت ہے۔ بحث کے تصورات کو زیادہ مناسب اور اہم بنانے کے لیے مقامی حالات کے پس منظر میں سمجھنا چاہیے۔ کلاس روم میں مساوات پر بحث کرتے ہوئے استاد کی طرف سے رحم دلی، نرمی اور مضبوط لگن و جذبے کی ضرورت ہے تاکہ تمام طلباء کی عزت کا خیال رکھا جاسکے۔

اس اکائی میں طلباء کو جمہوریت میں مساوات کے تقیدی روں کا ہندوستان کے خاص پس منظر میں تعارف کرایا گیا ہے۔ ہندوستان کا آئینہ اپنے ہر شہری کو برابری کی حمانت دیتا ہے۔ باوجود اس کے ہندوستانی عوام کی روزمرہ کی زندگی مساوات سے دور ہے۔ اس سے قبل علم شہریت کی درسی کتابوں میں مساوات پر بحث کرتے ہوئے آئین کی کچھ دفعات پر زور دیا گیا مگر عوام کی زندگی کی سچائیوں کا مناسب طریقے سے خیال نہیں کیا گیا۔ اس یونٹ میں مختلف انداز کو اپنایا گیا ہے۔ اس میں مختلف طبقوں پر ہونے والی نابرابری کو اجاگر کرتے ہوئے برابری کی ضرورت پر بحث کی گئی ہے۔

پہلا سبق طلباء کو کانتا، اوم پر کاش و ایمکی اور انصاری خاندان سے متعارف کرتا ہے۔ جنہوں نے مختلف طریقوں سے نابرابری کا تجربہ کیا ہے۔ ان کے تجربات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم نے عزت و وقار کے تصور کا تعارف کرایا ہے۔ قوانین کو منظور کرنے اور حکمت عملی طے کرنے میں حکومت کے روں پر بحث کی گئی ہے۔ اور یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ حکومت نے موجودہ نابرابری کو ختم کرنے کے لیے پورے زور شور کے ساتھ بیڑا اٹھایا ہے۔ اس باب میں ریاستہائے متحدہ امریکہ میں بھی



سجاتا کماری  
گھریلو خادمہ

کانتادیوی  
گھریلو خادمہ

گرلیش راو  
طالب علم

منجیت کور  
استاد  
تجاسنگہ  
تاجر

ایکشن کے دن کانتا اور اس کی دوست سجاتا  
اپنا وٹ ڈالنے کا انتظار کرتی ہوئی۔

سجاتا! کتنا اچھا ہے کہ ہم بھی اپنے ملک کے برابر شہری کی حیثیت سے  
ووٹ ڈال سکتے ہیں نا؟ یہاں تک کہ جیسے صاحب بھی ہماری قطار میں  
کھڑے ہیں۔

ہاں



## مساوات (On Equality)

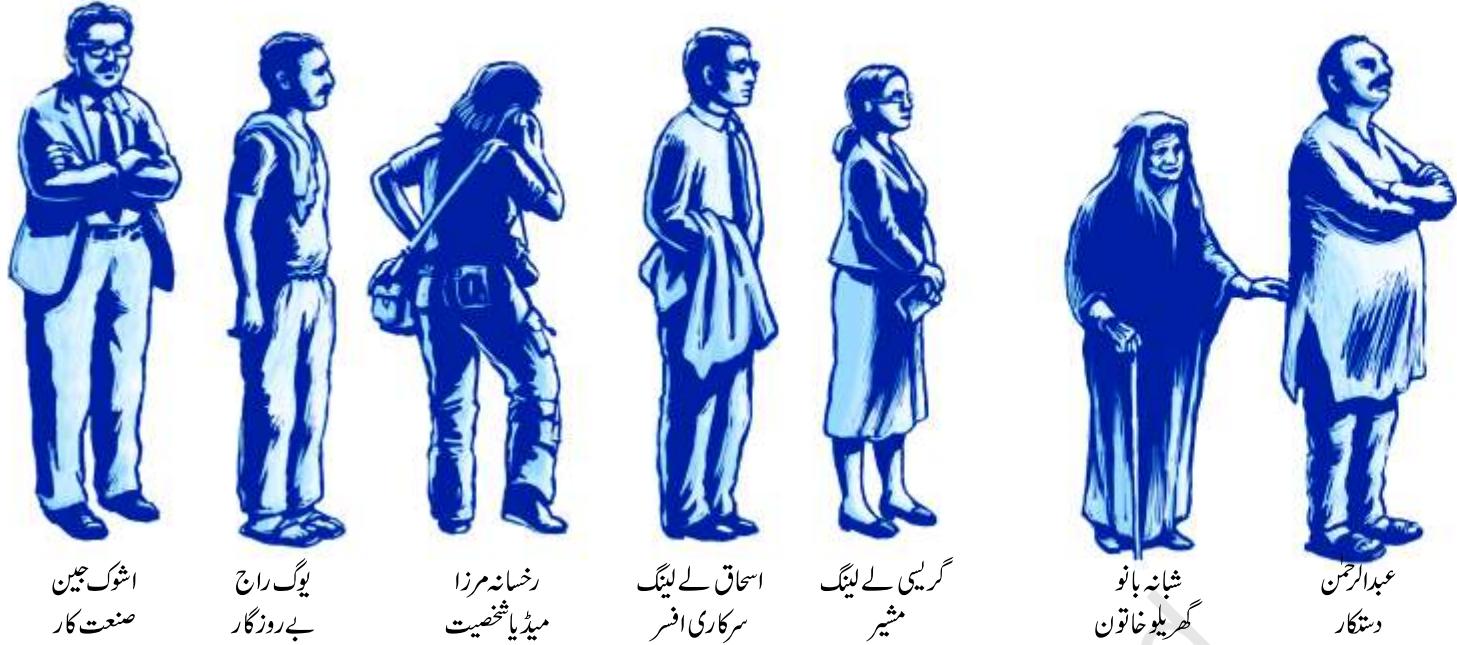
ہندوستان ایک جمیعی ملک ہے۔ چھٹی جماعت کی کتاب میں ہم نے جمہوری حکومت کے اہم عناصر کا مطالعہ کیا۔ اس میں عوام کی حصہ داری۔ اختلاف کا حل اور مساوات و انصاف شامل ہیں۔ مساوات جمہوریت کا نمایاں حصہ ہے۔ اور اس کے کام کے ہر رخ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس باب میں آپ مساوات کے بارے میں مزید معلومات حاصل کریں گے۔ مساوات کیا ہے جمہوریت میں یہ اہم کیوں ہے اور ہندوستان میں ہر کوئی برابر ہے یا نہیں؟ آئیے کانتا کی کہانی سے اس کی شروعات کرتے ہیں۔



میں اس شخص کو ووٹ دوں گی  
جس نے ہمارے علاقے میں پائپ  
کا پانی پہنچانے کا وعدہ  
کیا ہے۔



آگے بڑھو کانتا۔ تمہاری  
باری آگئی۔



ووٹ ڈالنے کے بعد



گھر کا منظر



## دوٹ ڈالنے کا برابر کا حق (Equal right to vote)

اوپر کہانی کی شروعات اس طرح ہوتی ہے کہ کانتا اپنا ووٹ ڈالنے کے لیے قطار میں کھڑی ہے۔ ان لوگوں کی طرف دوبارہ دیکھیے جو اس کے ساتھ قطار میں کھڑے ہیں۔ کانتا اپنے مالک اشوك جین اور پڑوی چھوٹے لال کو پہچانتی ہے۔ ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں تمام بالغ مردوں عورت بلا تفریق ذات و مذہب تعلیم خواہ غریب ہوں یا امیر سب کو ووٹ دینے کا حق ہے۔ جیسا کہ آپ چھٹی جماعت کی کتاب میں پڑھ چکے ہیں ”بالغوں کا رائے دہی کا حق“، کہلاتا ہے اور یہ تمام جمہوری ممالک کا بنیادی پہلو ہے۔ بالغوں کے رائے دہی کے حق کے تصور کی بنیاد مساوات پر ہے۔ کیوں کہ یہ کہتا ہے کہ ہر بالغ مرد اور عورت اپنے ملک میں مال و دولت کی تفریق کیے بغیر طبقہ و جماعت کا لحاظ کیے بغیر اپنا ایک ووٹ رکھتا ہے۔ کانتا ووٹ ڈالنے کے لیے پر جوش ہے اور اس بات سے خوش ہے کہ وہ دوسرے تمام لوگوں کے برابر ہے کیونکہ ہر کوئی اپنا ایک ووٹ رکھتا ہے۔

مگر جیسے جیسے دن گزرتا ہے کانتا کا مساوی حقوق پر یقین کمزور ہوتا گیا۔

کانتا کو کون سی بات نے غیر یقینی بنایا ہے آئیے اس کی زندگی کے ایک دن پر نظر ڈالتے ہیں۔ وہ ایک گندی تاریک گلی میں رہتی ہے اس کے گھر کے پیچھے نالا بہتا ہے۔ اس کی بیٹی بیمار ہے۔ مگر وہ کام سے ایک دن کی چھٹی نہیں لے سکتی کیونکہ اُسے اپنی بیٹی کو ڈاکٹر کو دکھانے کے لیے اپنے مالک سے قرض لینا ہے۔ گھر بیوی خادمہ کی حیثیت سے اس کا کام اسے تھکا دیتا ہے اور بالآخر اپنا پورا دن دوبارہ ایک لمبی قطار میں کھڑی ہو کر گزارتی ہے۔ اور یہ قطار سرکاری اسپتال کی ہے۔ مگر یہ دلی ہی نہیں ہے جیسا کہ صبح کی تھی کیونکہ زیادہ تر لوگ جو اس قطار میں کھڑے ہیں غریب ہیں۔



اسی شام کو

کیا آپ ایسا سوچتے ہیں کہ کانتا کے پاس صرف ایک بھبھے ہے شبہ کرنے کی کہ وہ واقعی برابر ہے؟ کہانی میں سے تین وجہات کی فہرست بنائیے جب اس نے اس طرح سے سوچا ہو؟

جین میدم اور جین صاحب ووٹ دینے کے لیے لائن میں تو کھڑے ہو سکتے ہیں۔ مگر جب ان کے پنج بیمار ہوتے ہیں ان کو ایسا بھی نہیں کرنا پڑتا۔

بیٹی! بس ذرا دریخہ رو



## مساوات کی دوسری اقسام (Other Kinds of Equality)

32 سال کی خوب صورت لڑکی قد 4' 5' ممیز میں آئی۔ لیکن کپینی میں ملازم کے لیے رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکا کپینی میں ہی برسرو زگار ہو۔ ذات کی قید نہیں پر C.S. اور T.S. سے معذرت چاہتے ہیں۔ اپنا بایوڈاتا اسال کریں۔

گپتا خاندان کا لڑکا عمر 28 سال قد 6 فٹ تعلیم C.A. ٹیکس امریکہ میں برسرو زگار آمنی 80 ہزار ڈالر کے لیے خوبصورت تعلیم یافتہ دلزادگر کی چاہیے۔

**TAMIL BRAHMIN Iyengar groom,  
1981 born, Naithruvakashyapa Goth-  
ram, Swathi Star, 180cms, tall, fair**

اوپر دیے گئے شادی کے اشتہارات میں ذات پات کے حوالے پر گولا بنائیے۔

کانتا ان بہت سے لوگوں میں سے ایک ہے جو کہ جمہوری ہندوستان میں رہتے ہیں اور جنھیں ووٹ ڈالنے کا بھی حق ہے مگر ان کی روزمرہ کی زندگی اور کام کے حالات برابری سے کسوں دور ہیں۔ غربت کے ساتھ ساتھ ہندوستانی عوام اور بھی بہت سے طریقوں سے نابرابری کا سامنا کرتے ہیں۔ آئیے نیچے دی گئی دو کہانیوں کو پڑھ کر اس کا مطلب سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں کہانیاں عوام کی زندگیوں کے سچے واقعات پر مبنی ہیں۔ اور ان نابرابریوں کی عکاسی کرتی ہیں جو کہ ہندوستان میں موجود ہیں۔

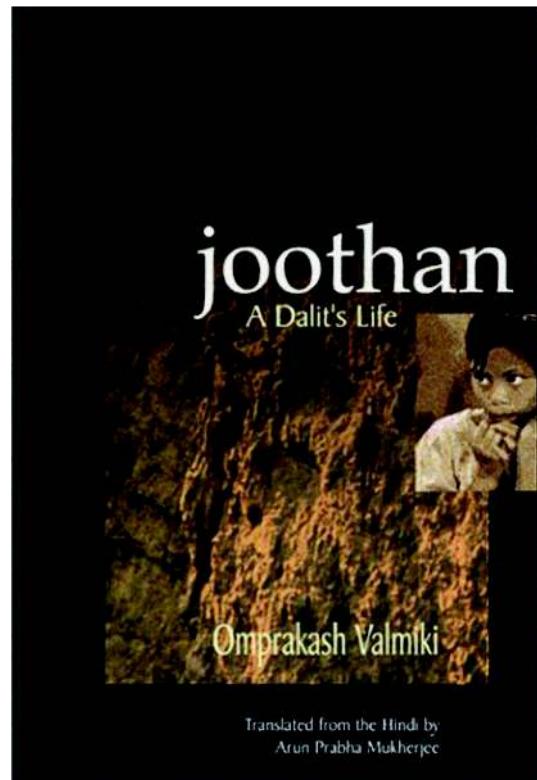
ہندوستان میں نابرابری کی عام قسموں میں سے ایک قسم ذات پات کا نظام ہے۔ اگر آپ ہندوستان کے گاؤں میں رہتے ہیں تو اس بات کا بہت امکان ہے کہ آپ بچپن سے ہی اپنی ذات جان گئے ہوں گے۔ اور اگر آپ ہندوستان کے شہروں میں رہتے ہیں تو آپ میں سے کچھ یہ سوچتے ہوں گے کہ لوگ ذات پات پر زیادہ یقین نہیں رکھتے۔ مگر ذرا آپ شادی کے ان اشتہارات کو دیکھیں جو شہر کے بڑے بڑے انگریزی اخبارات میں دیے گئے ہیں۔ آپ خود یہ اندازہ لگالیں گے کہ ذات پات کا مسئلہ آج بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندوستانی شہریوں کے ذہنوں میں موجود ہے۔

آئیے ایک دولت بچ کے اسکول کے دنوں کے تجربے کے بارے میں پڑھیں۔ آپ دولتوں کے بارے میں پہلے ہی چھٹی جماعت میں پڑھ چکے ہیں۔ دولت ایک اصطلاح ہے جو کہ نام نہاد چھوٹی ذات والے اپنے آپ کو مخاطب کروانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ دولت کے معنی ہیں 'بکھرے ہوئے' Scattered۔ اور اس لفظ کو استعمال کر کے وہ اشارہ کر رہے ہیں کہ کس طرح پہلے اور اب بھی ان کے خلاف شدید امتیاز برنا جا رہا ہے۔

اوم پر کاش ولیکی ایک مشہور دولت مصنف ہیں۔ وہ اپنی سوانح حیات "جوٹھن" Joothan میں لکھتے ہیں کہ "مجھ کو درجے میں اور لوں سے دور بھایا جاتا تھا اور وہ بھی فرش پر۔ جہاں پر میں بیٹھتا تھا اس سے پہلے ہی چٹائی بچھ کر ختم ہو جاتی تھی۔ اور کبھی کبھی مجھے سب سے پیچھے بھایا جاتا تھا۔ ٹھیک دروازے کے قریب۔ بعض اوقات وہ لوگ مجھے بغیر کسی وجہ کے مارا پیٹا کرتے تھے، جب وہ چوتھی جماعت میں تھے۔ ان کے صدر مدرس نے ان کو پورے اسکول اور کھلیل کے میدان میں جھاڑو لگانے کو کہا۔ وہ لکھتے ہیں "کھلیل کا میدان اتنا بڑا تھا کہ میرا نہ سا جسم اس پورے میدان کی صفائی

کرنے کے قابل نہ تھا اور میری پیٹھ میں درد ہونے لگتا۔ میرا چہرہ گرد و غبار سے ڈھک چکا تھا۔ دھول اور مٹی میرے منہ میں چلی گئی تھی۔ میری جماعت کے دوسرے بچے پڑھنے میں مشغول تھے اور میں جھاڑو لگا رہا تھا۔ صدر مدرس اپنے کمرے سے بیٹھے ہوئے مجھے دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ مجھے پانی پینے جانے کی بھی اجازت نہ تھی۔ میں پورے دن جھاڑو لگاتا رہا۔ کروں کے دروازوں اور کھڑکیوں میں سے دوسرے بچے اور اساتذہ یہ منظر دیکھتے رہے۔ ”اگلے کئی دنوں تک اوم پرکاش کو اسکول اور کھلیل کے میدان میں جھاڑو لگانی پڑی ایک روز اتفاق سے جب ان کے والد اسکول کے پاس سے گزر رہے تھے۔ تب انھوں نے اپنے بیٹی کو جھاڑو لگاتے ہوئے دیکھا اور انھوں نے استادوں سے جھگڑا کیا اور اوم پرکاش کا ہاتھ پکڑ کر اسکول سے باآواز بلند یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے ”تم ایک استاد ہو۔۔۔ اس لیے میں جارہا ہوں مگر یاد رکھنا یہ خنا بچہ یہیں پر پڑھے گا۔ اسی اسکول میں اور صرف یہی نہیں بلکہ اس کے بعد آنے والے اور بھی بچے یہیں تعلیم حاصل کریں گے۔

دوسری کہانی ایک ایسے واقعے پر مختصر ہے جو ہندوستان کے بڑے شہروں میں سے ایک بڑے شہر میں پیش آیا۔ اور ہمارے ملک کے زیادہ تر حصوں میں عام طور پر ایسے واقعات عام طور پر پیش آتے رہتے ہیں۔ یہ کہانی انصاری صاحب اور بیگم انصاری کے گرد گھومتی ہے۔ جو کہ شہر کے ایک اپارٹمنٹ میں کراچے کا مکان تلاش کر رہے تھے۔ ان کے پاس پیسے تھے اور کراچے کی رقم ادا کرنا ان کے لیے کوئی مسئلہ نہ تھا۔ وہ ایک جاندار کے تاجر (Property dealer) کے پاس گئے تاکہ وہ جگہ ڈھونڈنے میں ان کی مدد کرے۔ تاجر نے انھیں کچھ ایسے اپارٹمنٹ کی جانکاری دی جو کراچے کے لیے دستیاب تھے۔ انھوں نے ایک اپارٹمنٹ دیکھا اور انصاری صاحب کو اتنا پسند آیا کہ انھوں نے وہی مکان لینے کا فیصلہ کر لیا۔ تاہم جب مکان کی مالکہ نے ان کا نام پوچھا تو اس نے مکان کراچے پر دینے سے یہ کہہ کر معدود رکھ لی کہ وہ کسی ایسے شخص کو مکان نہیں دے سکتی جو گوشت کھاتا ہو کیونکہ اس پوری عمارت میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں رہتا جو کہ گوشت خور ہو۔ دونوں ہی انصاری صاحب اور ڈیلر (تاجر) یہ سن کر حیران رہ گئے کیونکہ پڑوس کے مکان سے مچھلی پکنے کی خوشبو آرہتی تھی۔ اسی طرح کے بہانے دوسرے اور تیسرا پارٹمنٹ میں بھی دوہرائے گئے بالآخر جائیداد کے تاجر نے انھیں مشورہ دیا کہ اگر وہ اپنے نام بدل کر کمار صاحب اور بیگم کمار کر لیں تو یہ مشکل آسان ہو جائے



اوام پرکاش والمیکی کی کتاب ”جوٹھن“ کا سرورق، جو کہ ایک دلت کی حیثیت اور بچپن کے تجربات پر روشنی ڈالتی ہے۔

آپ کے خیال میں اوام پرکاش والمیکی کے ساتھ ان کے اساتذہ اور ساتھی نابرادری کا سلوک کیوں کرتے تھے۔ صورتیجھی کہ آپ اوام پرکاش ہیں۔ چار لاکوں میں لکھ کر بیان کریں کہ ایسی صورت حال میں آپ کیا محسوس کریں گے؟

انصاری خاندان کے ساتھ نابرادری کا برتاؤ کیوں کیا جا رہا تھا اگر آپ انصاری صاحب کی جگہ پر ہوتے اور رہنے کے لیے مکان نہ ملتا کیونکہ کچھ لوگ آپ کے نزدہ کی وجہ سے آپ کے پڑوس میں نہیں رہنا چاہتے۔ آپ ایسی صورت میں کیا کرتے؟

**اگر آپ انصاری ہوتے تو اپنا نام تبدیل کرنے کے مشورے پر کیا رخ اختیار کرتے؟**

کیا آپ اپنی زندگی کے کسی ایسے واقعے کو باد کر سکتے ہیں جس میں آپ کے وقار کو ٹھیس پہنچی ہو؟ تب آپ کو کیا محسوس ہوا تھا۔



1975ء میں فلم 'دیوار' میں ایک لڑکا جو کہ جوتے بالش کرتا ہے۔ احرت کے پیسے اٹھانے سے اس لیے انکار کر دیتا ہے کہ اسے سکھ پہینک کر دیا گیا تھا۔ اس کو یہ احساس ہے کہ کام کی اپنی عزت ہے لہذا اس کی احرت عزت کے ساتھ دی جانی چاہیے۔

گی۔ انصاری خاندان ایسا کرنے کو تیار نہ ہو سکا اور کچھ اور مکانات تلاش کرنے کا فیصلہ کیا۔ بالآخر انھیں ایک مہینے کی کڑی دوڑ دھوپ کے بعد ایک مالک مکان خاتون ایسی ملی جو کہ انھیں کرائے پر مکان دینے پر رضامند ہو گئی۔

### (Recognising Dignity)

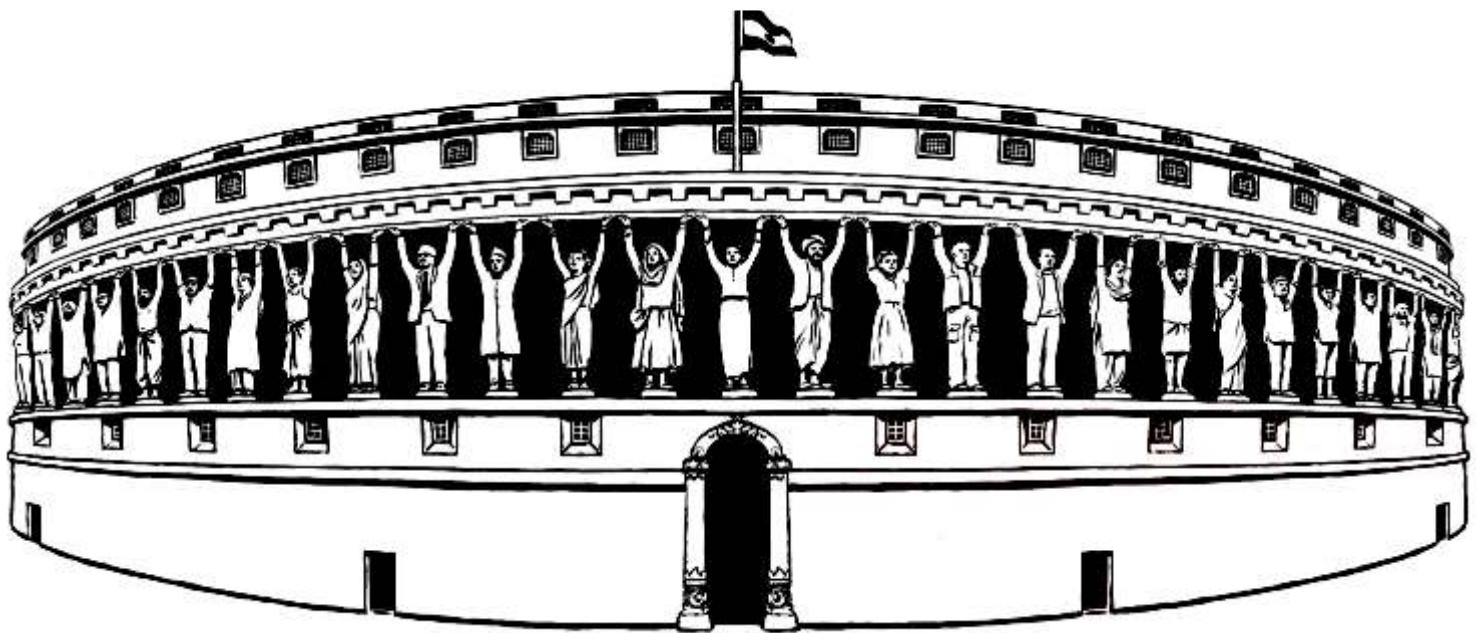
اب تک آپ سمجھ چکے ہیں کہ جس ذات میں ہم پیدا ہوئے ہیں، جس مذہب کو ہم مانتے ہیں، جس خاندان یا طبقے سے ہم آرہے ہیں خواہ ہم مرد ہوں یا عورت اکثر انھیں اس باب کی بناء پر کچھ لوگوں کے ساتھ نابرابری کا برتابہ کیا جاتا ہے۔

جب عوام کے ساتھ نابرابری کا سلوک کیا جاتا ہے تو ان کے وقار کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ جس طرح سے انصاری اور اوم پرکاش والمکی کے ساتھ سلوک کیا گیا اس سے ان کے وقار کو ٹھیس پہنچی۔ اوم پرکاش سے ان کی ذات کی بناء پر اسکول میں زبردستی جھاؤں دلوں کر ان کے اسکول کے ساتھیوں اور اساتذہ نے ان کے وقار کو بربی طرح مجروح کیا اور ان کو یہ احساس دلایا جیسے کہ وہ اسکول کے دوسرے تمام طلباء سے کم تر ہیں۔ بچہ ہونے کی وجہ سے اوم پرکاش اس صورت حال کے خلاف کچھ نہ کر سکتے تھے۔ یہ ان کے والد تھے جنہوں نے اپنے بیٹے کو جھاؤ دیتے ہوئے دیکھ کر نابرابری کے برتابہ کا درمحسوس کیا اور اساتذہ کی مخالفت کی۔ اسی طرح انصاری خاندان کے وقار کو بھی چوت پہنچی جب لوگوں نے انھیں اپنا مکان کرائے پر دینے سے انکار کر دیا۔ تاہم پر اپرٹی ڈیلر (جاندید کاتا جر) نے انھیں نام بدلنے کا مشورہ دیا یہ ان کی خودداری اور وقار تھا جس کی وجہ سے انہوں نے ڈیلر کا مشورہ قبول نہ کیا۔

اوم پرکاش اور انصاری خاندان اس برتابہ کے مستحق نہیں ہیں۔ وہ لوگ بھی دوسرے لوگوں کی طرح عزت اور وقار کا برابر حق رکھتے ہیں۔

### ہندوستانی جمہوریت میں مساوات (Equality in Indian democracy)

ہندوستان کا آئینہ تمام لوگوں کو برابر تسلیم کرتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ملک کا ہر فرد خواہ وہ مرد ہو یا عورت کسی بھی ذات کا ہو کسی بھی مذہب یا قبیلے کا ہو۔ کسی بھی معاشی یا

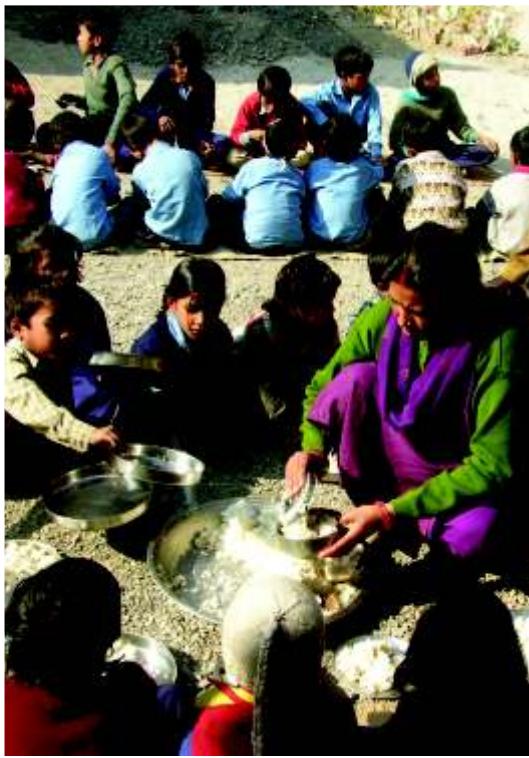


تعلیمی طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔ سب کو برابر تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نابرابری کا وجود ختم ہو چکا ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ لیکن کم از کم جمہوری ہندوستان میں تمام لوگوں کے مساوات کے اصول کو تسلیم کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل عوام کے ساتھ برے سلوک اور استھصال کے خلاف کوئی قانون نہیں تھا۔ مگر اب ایسے بہت سے قوانین ہیں جو یہ دیکھتے ہیں کہ عوام کے ساتھ وقار اور برابری کا سلوک کیا جا رہا ہے۔

دستور میں برابری کو تسلیم کرنے میں درج ذیل دفعات شامل ہیں۔ پہلا ہر شخص قانون کی نگاہ میں برابر ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ملک کے صدر سے لے کر گھر، یا خادم کا بنتا تک سبھی کو یکساں قوانین کی پابندی ضروری ہے۔ دوسرا کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے مذہب، نسل، ذات، مقام پیدائش یا مرد یا عورت کی بنیاد پر امتیاز نہیں کیا جاسکتا۔ تیسرا ہر شخص تمام عوامی جگہوں جیسے کھیل کامیڈان، ہٹل، دوکانوں اور بازاروں وغیرہ میں آزادانہ گھوم پھر سکتا ہے۔ کوئی بھی شخص عوامی کنوئیں سڑکوں اور نہانے کے گھاؤں کا استعمال کر سکتا ہے۔ چوتھا چھوا چھوت کا پوری طرح ختمہ کر دیا گیا ہے۔

حکومت نے برابری کے اصول کو دو طریقے سے نافذ کرنے کی کوشش کی ہے جس کی آئین میں صانت دی گئی ہے۔ پہلا قوانین کے ذریعے دوسرا سرکاری پروگراموں یا کمزور طبقات کی مدد کے لیے چلائی جائے اسکیموں کے ذریعے۔ ہندوستان میں ایسے

پارلیمنٹ ہماری جمہوریت کا ایک اہم ستون ہے۔ منتخب کبی ہوئے نمائندوں کے ذریعے ہماری اس میں نمائندگی ہوتی ہے۔



اترا کھنڈ کے ایک اسکول میں بچوں کو مددے میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔

**مددے میں (Mid Day Meal)** پروگرام کیا ہے؟ اس پروگرام کے تین فائدے بتائیے۔ آپ کے خیال میں یہ پروگرام کس طرح برابری کے موقع فراہم کرنے میں مددگار ہے۔

(3) اپنے علاقوں میں حکومت کے کسی ایک منصوبے کے بارے میں معلوم کیجیے۔ اس منصوبے کا مقصد کیا ہے اور یہ کتنا فائدہ مند، کس کے لیے ہے؟

بہت سے قوانین ہیں جو کہ ہر شخص کے برابری کے حق کی حفاظت کرتے ہیں۔ قوانین کے ساتھ ساتھ حکومت نے مختلف اسکیمیں نافذ کی ہیں تاکہ جن افراد اور طبقات کے ساتھ کچھلی کئی صدیوں سے نابرابری کا سلوک ہوتا چلا آ رہا ہے ان کے زندگیوں کے معیار کو بہتر بنایا جاسکے۔ یہ دو منصوبے ان لوگوں کو بہتر موقع فراہم کرتے ہیں جو ماضی میں ان چیزوں سے محروم رہے ہیں۔

حکومت کے ذریعے اٹھائے گئے اقدامات میں سے ایک قدم مددے میں (Midday Meal) ہے اس پروگرام کے تحت سرکاری اسکولوں میں ابتدائی درجات تک بچوں کو پکا ہوا کھانا مہیا کرایا جاتا ہے۔ تمل ناڈو ہندوستان کی وہ پہلی ریاست ہے جس نے 2001 میں اس اسکیم کو سب سے پہلے نافذ کیا سپریم کورٹ نے تمام صوبائی حکومتوں کو اس منصوبے کو چھ مہینے کے اندر اپنی اپنی ریاستوں میں شروع کرنے کا حکم دیا۔ اس پروگرام کے بہت سے ثابت نتائج سامنے آچکے ہیں اس میں یہ حقیقت بھی شامل ہے کہ زیادہ غریب بچوں نے اسکولوں میں داخلہ لیا ہے اور لگاتار اسکول آتے ہیں۔ پہلے اساتذہ شکایت کرتے تھے کہ طلباء دوپہر کے کھانے کے لیے اپنے گھر جایا کرتے تھے۔ ان میں اکثر اسکول واپس نہیں لوٹتے تھے۔ مگر جب اسے اسکولوں میں مددے میں مہیا کرایا جانے لگا تو ان کی حاضری میں خاطرخواہ اضافہ ہوا ہے۔ ماوں کو اپنے بچوں کو دوپہر کا کھانا کھلانے کے لیے اپنے کاموں کو روکنا پڑتا تھا۔ مگر اب انہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پروگرام نے ذات پات کی تفریق کو گھٹانے میں مدد دی ہے کیونکہ اسکولوں میں اوپنچی اور نیچی دونوں ذات کے بچے ایک ساتھ بیٹھ کر ایک جیسا کھانا کھاتے ہیں۔ بہت سی جگہوں پر دولت عورتوں کو کھانا پکانے کے کام پر مامور کیا گیا ہے۔ مددے میں پروگرام نے غریب طلباء کی بھوک مٹانے میں بھی مدد کی ہے جو کہ اکثر بھوکے پیٹ اسکول آتے ہیں۔ اور پڑھائی پر پوری توجہ نہیں دے پاتے۔

حالانکہ حکومت کے پروگرام برابری کے موقع بڑھانے میں اہم رول ادا کرتے ہیں مگر اب بھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ حالانکہ مددے میں پروگرام کی وجہ سے اسکولوں میں بچوں کے داخلے اور حاضری میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے باوجود ہمارے ان اسکولوں کے درمیان بہت فرق ہے جن میں غریب بچے پڑھتے ہیں۔ اور جن میں امیروں کے بچے پڑھتے ہیں۔ آج بھی ہمارے ملک میں بہت سے ایسے اسکول موجود ہیں جن میں اوم پرکاش والکی جیسے دلت بچوں کے خلاف فرق کیا جاتا ہے اور نابرابری

کا سلوک کیا جاتا ہے۔ ان بچوں کو نابرابری کے حالات میں ڈھکیل دیا جاتا ہے جہاں ان کے وقار اور خودداری کو ٹھیک لگتی ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ لوگ ان کو برابری کی نگاہ سے دیکھنے سے انکار کر دیتے ہیں حالانکہ قانون ان سے یہی چاہتا ہے۔

اس کی خاص وجہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے نظریوں میں تبدیلی بہت آہستہ آہستہ آتی ہے۔ حالانکہ لوگ اس بات سے باخبر ہیں کہ تفریق کرنا قانون کے خلاف ہے باوجود اس کے لوگ ذات، مذہب، معاشی حالات، معدود اور عورت ہونے کی بنیاد پر لوگوں کے ساتھ نابرابری کا برداشت کرتے ہیں۔ موجودہ نظریے کو بھی بدلا جاسکتا ہے جب کہ ہر شخص یہ یقین رکھے کہ کوئی کم تر نہیں ہے اور ہر شخص عزت کے ساتھ برداشت کیے جانے کا حقدار ہے۔ جمہوری سماج میں برابری قائم کرنے کے لیے انفرادی اور طبقاتی طور پر پوری کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے بارے میں آپ اس کتاب میں پڑھیں گے۔

### **دوسری جمہوریتوں میں برابری کے مسائل (Issues of equality in other democracies)**

ممکن ہے آپ حیرت کر رہے ہوں کہ کیا ہندوستان واحد ایسا جمہوری ملک ہے جہاں نابرابری ہے اور جہاں برابری کے لیے جدوجہد جاری ہے۔ حق تو یہ ہے کہ پوری دنیا کے بہت سے جمہوری ممالک میں برابری کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ ہے جس کے لیے سماج کوشش ہے۔ مثال کے طور پر رہاستھائے۔ متحده امریکہ (U.S.A) میں وہ افریقی امریکی جن کے آباؤ اجداد غلام تھے۔ اور جو افریقیہ سے لائے گئے تھے۔ آج بھی نابرابری کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس حقیقت کے باوجود کہ 1950ء کے آخر میں افریقی امریکیوں کو برابری کے حقوق دلانے کے لیے تحریک چلائی۔ اس سے قبل رہاستھائے متحده امریکہ میں نژاد امریکیوں کے ساتھ سخت نابرابری اور نا انسانی کا برداشت کیا جاتا تھا اور قانون نے بھی انھیں برابر ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ مثال کے طور پر بس میں سفر کرتے ہوئے یا تو انھیں بس میں پیچھے بٹھایا جاتا یا پھر کسی گورے کو بیٹھنے کی خاطر سیٹ چھوڑنی پڑتی تھی۔

روزا پارکس (Rosa Parks) ایک افریقی نژاد امریکین عورت تھی۔ دن بھر کے کام سے تھکی ہونے کے باعث انہوں نے ایک گورے کو اکتوبر 1955ء کو بس کی سیٹ



اپنی خودداری کو بیچ کر زندہ رہنا بہت شرم کی بات ہے۔ خود داری زندگی کا سب سے اہم جز ہے اس کے بغیر انسان کی کوئی قیمت نہیں ہے خودداری کے ساتھ زندہ رہنے کے لیے اپنی پریشانیوں پر قابو پانا ہو گا۔ سخت محنت اور انتہا لگن کے بعد ہی اعتماد۔ طاقت اور پہچان حاصل ہوتی ہے۔

انسان فانی ہے۔ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن مarna ہے مگر ہر شخص کو خودداری کے رہنماء اصول اور زندگی کو بہتر بنانے کے لیے زندگی قربان کرنے کا عزم کرنا ہو گا۔ ایک بھادر شخص کے لیے اس سے بڑہ کر شرم کی اور کوئی بات نہیں ہو گی کہ اس کی زندگی خودداری سے محروم کر دی جائے۔

بی۔ آر۔ امبیدکر



روزا پارکس ایک افریقی امریکی عورت جس نے اپنے ایک نافرمانی پر مبنی عمل سے امریکی تاریخ کی راہ بدل دی۔

دینے سے انکار کر دیا۔ اور اس دن ان کے انکار سے نابراہمی کے خلاف ایک عظیم احتجاج کی شروعات ہوئی۔ جس کا افریقی نژاد امریکین شکار تھے اور جسے "Civil Rights Movements" یعنی شہری حقوق کی تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس شہری حقوق ایکٹ (Civil Rights Act..1964) کے تحت نسل مذہب اور قومیت کی بنیاد پر امتیاز برتنے پر روک لگادی گئی اس میں یہ بھی لکھا گیا کہ سبھی افریقی نژاد امریکی بچوں کو کسی بھی اسکول میں داخلہ لینے کی اجازت ہوگی اور اب انھیں ان کے لیے الگ سے قائم کیے گئے اسکولوں میں جانے کی ضرورت نہیں ہوگی لیکن ان سب باتوں کے باوجود افریقی نژاد امریکی کی اکثریت آج بھی ملک کے غریب ترین لوگوں میں شمار کی جاتی ہے زیادہ تر افریقی نژاد امریکی بچے سرکاری اسکولوں میں ہی داخلے لے پاتے ہیں جہاں پر سہولیات کی کمی ہے اور اساتذہ بھی اتنے باصلاحیت نہیں ہیں جتنا کہ بھی اسکولوں میں ہیں، اس کے برخلاف گروں کے بچے بھی اسکولوں میں پڑھتے ہیں یا ان علاقوں میں رہتے ہیں جہاں پر سرکاری اسکول بھی بھی اسکولوں کی طرح اعلیٰ معیار رکھتے ہیں۔

## ہندوستان دستور کے دفعہ 15 سے اقتباس۔

مذہب، نسل، ذات یا جنس یا مقام پیدائش کی بنا پر امتیاز کی ممانعت

- 1۔ حکومت محض مذہب، نسل، ذات، جنس یا مقام پیدائش ان میں سے کسی کی بنا پر کسی شہری کے خلاف امتیاز نہیں بر تے گی۔
- 2۔ کسی شہری کو محض مذہب، نسل، ذات، جنس، مقام پیدائش یا ان میں سے کسی کی بنا پر
  - (a) دکانوں، عام ریستوراں ہوٹلوں یا عام تفریح گاہوں میں جانے پر روک نہیں ہوگی۔
  - (b) گورنمنٹ کی طرف سے عوام کی بھلائی کے لیے وقف کنوں، تالابوں، اشنان گھاؤں، سڑکوں اور عام آمد درفت کے مقامات کے استعمال کے لیے اسے پوری آزادی ہوگی۔

## جہوریت کو درپیش مشکلات (Challenge of Democracy)

کوئی بھی ملک پوری طرح جہوری ملک نہیں قرار دیا جاسکتا۔ افراد اور طبقات ہمیشہ ہی جہوریت کے نظریوں کو پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں موجودہ اور نئے مسائل پر برابری کو تسلیم کرانے پر زور دیتے رہے ہیں اس جدوجہد کا اصل مقصد یہ ہے کہ تمام لوگوں کو برابر سمجھا جائے اور ان کے عزت اور قارکو بحال رکھا جائے۔ اس کتاب میں آپ پڑھیں گے کہ کس طرح برابری کے مسائل جہوری ہندوستان میں ہماری روزمرہ کی زندگی پر اثر ڈالتے ہیں۔ سوچیے، ان اسباق کو پڑھتے ہوئے کیا لوگوں کی برابری اور ان کے وقار کو برقرار رکھا گیا ہے۔

1۔ جمہوریت میں بالغوں کا رائے دہی کا حق کیوں اہم ہے؟

2۔ بس میں دی گئی دفعہ 15 کو دوبارہ پڑھیں اور بتائیں کہ کن وطنی قوں سے یہ دفعہ نابرابری کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

3۔ اوم پرکاش ولیمی اور انصاری خاندان کے تجربات کس لحاظ سے کیساں ہیں؟

4۔ ”قانون کی نظر میں سب برابر ہیں“ اس اصطلاح سے آپ کیا سمجھتے ہیں۔ جمہوری نظام میں اس کی اہمیت کیوں ہے؟

5۔ بھارت سرکار نے 1995ء میں معدودروں کے بھی کیساں حقوق ہیں۔ حکومت سماج میں ان کے لیے تمام سہوتیں فراہم کرے گی۔ حکومت ایسے معدود بچوں کو مفت تعلیم مہیا کرائے گی اور ان کو قومی دھارے سے جوڑے گی۔ یہ قانون یہ بھی بیان کرتا ہے کہ تمام عوامی جگہوں (جیسے اسکول، عمارتوں وغیرہ) میں معدودروں کے لیے ریمپ (Ramp) بنائیں پہنچنے کے قابل بنایا جائے۔

تصور کیجیے اور اس بچے کے بارے میں سوچیے جسے زینے سے نیچے اتارا جا رہا ہے۔ آپ کے خیال میں کیا اوپر بنایا گیا قانون اس معاملے میں نافذ ہو رہا ہے عمارتوں تک اس کو آسانی سے پہنچنے کے لیے ابھی کیا کیا جانا باقی ہے۔ زینے سے اس طرح اتار کر لے جانے سے بچے کے وقار اور حفاظت پر کیا اثر پڑتا ہے؟



## فرهنگ

بالغوں کا رائے دینے کا حق (Universal Adult Franchise): جمہوری سماج کا یہ بہت اہم پہلو ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ تمام بالغ (جو کہ 18 سال کے یا اس سے بڑے ہیں) شہری ان کے سماجی اور معاشی پس منظر سے قطع نظر و وظ ڈالنے کا حق رکھتے ہیں

وقار (Dignity): اس کا مطلب ہے کہ انسان خود کو اور دوسرے لوگوں کو عزت کے قابل سمجھے دستور وہ دستاویز ہے جس میں ملک کے عوام اور حکومت کے عمل کے لیے بنیادی قواعد و ضوابط شامل کیے گئے ہیں۔

شہری حقوق کی تحریک (Civil Rights Movement): ایک تحریک جو کہ 1950ء میں امریکہ (U.S.A) میں شروع ہوئی۔ جس کے تحت افریقی نژاد امریکیوں نے اپنے لیے برابری کے حقوق اور نسلی امتیاز کے خاتمہ کی مانگ کی۔